قرآنی علوم و فہم
کا
درجہ حکمت قسط ۱۲

مولانا محمد تقی امینی

سماج کی آسمانی مدد و رہنمائی کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک طبعی قوتیں وصلاحیتیں خام حالت میں تھیں اور بتدریج ان کو ترقی دینے اور ان میں مضبوطی وپختگی پیدا کرنے کا مرحلہ درپیش تھا جس میں ترقی، مضبوطی وپختگی اس حد تک مطلوب تھی کہ قوتوں اور صلاحیتوں میں خود نگہی وخود اعتمادی کا ایک ایسا درجہ نمودار ہو جائے کہ قدم قدم پر آسمانی مدد و رہنمائی کی ضرورت نہ محسوس ہو جیسا کہ عام زندگی میں اس درجہ سے پہلے مدد و رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور ختم نبوت سے پہلے کی قوموں کے واقعات وحالات سے ثابت ہے کہ ان میں خود نگہی وخود اعتمادی اس درجہ کی نہ پیدا ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ ہر اہم کام کے وقت آسمان پر ان کی نظر رہتی اور بطور خود کسی فیصلہ تک پہنچنے میں غیر معمولی جھجک محسوس ہوتی تھی۔ اس مرحلہ میں اگر یہ سلسلہ جاری نہ رہتا تو موجودہ خام حالت کو استقرار وجماؤ حاصل ہو جاتا اور وہ درجہ نہ نمودار ہوتا جو مطلوبہ سرفرازیوں کے لئے درکار تھا چنانچہ اس مرحلہ کی مدد و رہنمائی میں ایک طرف مختلف امتوں اور قوموں کی ذہنی استعداد کے لحاظ سے تفاوت تھا جس کو شریعت (دستور العمل) ومنہاج (طور طریقہ) کا اختلاف کہا جاتا ہے (نہ کہ دین کا اختلاف) اور دوسری طرف قوتوں اور صلاحیتوں کی تدریجی ترقی اور سماجی ضرورتوں میں تدریجی اضافہ کے لحاظ سے اس (شریعت ومنہاج) کے اجزا میں بھی ارتقاء واضافہ ہوتا رہا اور پہلے سے بہتر شکل دینے کی کوشش جاری رہی کہ اس کے بغیر حسب استعداد ہونے کی کوئی شکل نہ تھی۔

قرآن حکیم میں ہے۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا [1]	تم میں ہر ایک کے لئے ہم نے شریعت (دستور العمل) اور منہاج (طور طریقہ) مقرر کیا۔

آیت نسخ سے بھی تدریجی ارتقاء و اضافہ کا ثبوت ملتا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا [2]	ہم جو کچھ بدل دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسا حکم لاتے ہیں۔

نسخ (ردو بدل) میں پچھلی تعلیم موجود تھی اور نسیان میں پچھلی تعلیم فراموش یا نظر انداز ہوگئی تھی لیکن دونوں صورتوں میں ہر نئی تعلیم پچھلی سے بہتر یا اس کے مثل تھی کمتر نہ تھی کیونکہ بتدریج ترقی مضبوطی اور پختگی کی طرف لے جانے کے لئے اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔

اوپر کی آیت لِكُلٍّ جَعَلْنَا الخ کے بعد ہے

وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَآ اٰتٰكُمْ الخ [3]	لیکن اللہ تعالےٰ اس میں آزمائش کرتا ہے جو اس نے تم کو دیا۔

مولانا حمید الدین فراہی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے۔

فلا يبتلي الله الامة الا فيما آتاهم فلذلك جعل شرائع كل امة حسب حالها ومن هذه الجهة اختلافهم وجاء اكمل الشرائع لاكمل الامم [4]	اللہ تعالےٰ انہیں قوتوں اور صلاحیتوں میں آزمائش کرتا ہے جو اس نے لوگوں کو دیا ہے اسی وجہ سے امت کی شریعتیں ان کے حسب حال مقرر کی گئیں اور کامل شریعتیں (پہلے کے لحاظ سے) کامل (پہلی کے مقابلہ میں) اُمتوں کے لئے آئی ہیں۔

---

[1] المائدہ آیت ۴۸ [2] البقرۃ آیت ۱۰۶ [3] المائدہ آیت ۴۸

[4] حمید الدین فراہی القاید الی عیون العقائد النبی وامتہ والمماثلۃ بینہما

دوسری جگہ ہے ۔

من اصول التشریع	شریعت سازی کے اصول میں تدریج
التدریج وھذا حسب	ہے اور یہ استعداد کے لحاظ سے ہے
الاستعداد وکما تری	جیسا کہ تم پیدائش، علم، صنعت
فی الخلقۃ وفی ترقیۃ	اور اخلاق کی ترقی میں تدریج دیکھتے
العلوم والصنائع والاخلاق	ہو اس بنا پر نسخ (رد و بدل) ضروری ہے
فلابد من النسخ علی طریق	یہ نسخ اضافہ کرکے ہوتا ہے ۔
الزیادۃ واما النسخ	لیکن بدل اور مثل کے ساتھ
بالبدل ففیہ ایضا زیادۃ	جو ہوتا ہے اس میں بھی حکمت کی جہت
من جھۃ الحکمۃ [1]	سے اضافہ ہوتا ہے ۔

غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آسمان سے صرف مدد و رہنمائی آتی ہے سماج نہیں آتا ہے وہ اس دنیا میں انسان کے ہاتھوں وجود میں آتا اور ترقی پاتا ہے جس میں خیر کے ساتھ شر حُسن کے ساتھ قبح اور خوبی کے ساتھ خامی کا ظہور ہوتا ہے پھر سماج کی قوت محرکہ (شعور، خواہش، ضرورت، تقاضے اور مطالبے) میں جس قسم کا شدید تصادم ہوتا اور نتیجہ میں جس قسم کا تضاد رونما ہوتا ہے اس سے سماج کے کسی مرحلہ میں بھی محض خیر، حسن اور خوبی کی توقع رکھنا فضول ہے اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو کہ ان سب (خیر، حسن، خوبی) کو سماج میں اپنی توانائی برقرار رکھنے اور اپنا مقام حاصل کرنے کے لئے اپنے مقابل (شر، قبح، خامی) کی ضرورت ہے یہ تو آسمانی مدد و رہنمائی کی کرشمہ سازی ہے کہ ایک طرف وہ طبعی قوتوں کے تزکیہ (صیقل کرنے)، تغذیہ (غذا پہنچانے)، تنمیہ (آگے بڑھانے) اور رکاوٹوں کے ازالہ کا بندوبست کرتی ہے اور دوسری طرف خیر و شر، حسن و قبح اور خوبی و خامی کی نشاندہی کرکے ان کے معیارات قائم کرتی ہے ۔ پھر خیر و شر، حُسن و قبح اور خوبی و خامی کے درمیان نسبت اور زندگی کے گوشوں میں عدل و اعتدال کی قوت کو ملحوظ رکھ کر مثالی سماج کا نمونہ پیش کرتی ہے اور موجودہ سماج کے ساتھ اس کا رویہ نہایت ہمدردانہ فیاضانہ اور مصالحانہ ہوتا ہے ۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں ۔

والذی اتی بالانبیاء قاطبة من عند الله تعالیٰ فی هذا الباب الخ [۱]

"انبیاء علیہم السلام اللہ رب العزت کی طرف سے جو احکام و شرائع لاتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کے پاس معاشرت اور معاملات وغیرہ کے جو قواعد و قوانین ہوتے ہیں ان میں وہ صلاحی و انتفاعی نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالتے ہیں۔ کھانے پینے کے آداب، لباس، عمارت، زیب و زینت کے طور طریقے، نکاح کے دستور اور آپس میں نکاح کرنے والوں کی سیرت بیع و شراء کے قاعدے قانون اور ان کے علاوہ جرائم سے روک تھام اور معاملات کے تصفیہ وغیرہ سے متعلق اصول و ضوابط جو لوگوں میں رائج ہوتے ہیں اگر وہ مجموعی طور پر شریعت کی پالیسی اور رائے کلی کے مطابق ہوتے ہیں تو یہ حضرات ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کی رائے کو قوت پہنچاتے اور ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور اگر وہ کلی پالیسی کے مطابق نہیں ہوتے ہیں۔ یعنی ان میں انفرادی و اجتماعی ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے، لذات دنیوی میں انہماک اور روحِ شریعت سے اعراض پر مبنی ہوتے ہیں یا دینی و دنیوی مصلحتوں کے فوت ہونے کا خطرہ رہتا ہے جن کی بنا پر ان مراسم و احکام میں تبدیلی یا انہیں بالکلیہ ختم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو ایسی صورت میں بھی یہ حضرات ان کے مرغوبات و مالوفات کی رعایت کرتے ہیں اور بالکلیہ انکی ضد کی طرف دعوت نہیں دیتے ہیں بلکہ ان کے مماثل و مشابہ جو چیزیں قوم میں رائج ہوتی ہیں یا ان میں صالح شخصیتوں کی طرف مشہور و منسوب ہوتی ہیں ان کے مماثل و مشابہ کی طرف قوم کو دعوت دیتے ہیں"۔

دوسری جگہ ہے -

فماکان صحیحا موافقا للقواعد السیاسیة الملیة لایغیره بل تدعو الیه وتحث علیه وماکان سقیما

ان احکام و مراسم میں جو باتیں صحیح اور ملی سیاست کے اصول کے مطابق ہوتی ہیں - انبیاء علیہم السلام ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے ہیں۔

---

[۱] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ باب اقامۃ الارتفاقات و اصلاح الرسوم

قد دخله التحريف فانها تعينه بقدر الحاجة وماكان حريًّا ان يزاد فانها تزيد على ماكان عندهم ۔ [1]

بلکہ ان کی طرف دعوت دیتے اور قوم کو ابھارتے ہیں اور جو باتیں بری ہوتی ہیں یا احکام میں تبدیلی کردی جاتی ہے تو بقدر ضرورت ان میں ترمیم کر دیتے ہیں ۔ اور جن میں اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے ان میں اضافہ کر دیتے ہیں ۔

اس طرح آنے والی مدد و رہنمائی مروجہ احکام و مراسم اور لوگوں کے مرغوبات و مالوفات کے قلع قمع کرنے میں شمشیر بے نیام نہیں ہوتی کہ جو بات بھی مروج دیکھی اس کو ختم کر دیا یا جو لوگوں کی پسندیدہ چیز ہوتی اسے رد کر دیا بلکہ عوامی شعور کی کیفیت اور سماجی برداشت کی طاقت کا اندازہ کرکے "خذ ما صفا ودع ما کدر" (جو صاف ہو اسے لے لو اور جو گدلا ہو اسے چھوڑ دو) پر عمل کرکے وہ قالب ڈھانچہ تیار کرتی یا دستور العمل مرتب کرتی ہے جس کا نام شریعت و منہاج گذر چکا۔ قالب و ڈھانچہ کی تیاری یا دستور العمل کی ترتیب میں آسمانی مدد و رہنمائی کی نظر کن کن چیزوں پر ہوتی، اس کو کن کن گوشوں تک رسائی حاصل کرنی پڑتی اور کن کن رکاوٹوں کو دور کرنا پڑتا ہے ۔ پھر تجویز و تشخیص کے ہر مرحلہ میں کن کن باتوں کی رعایت ضروری قرار پاتی ہے ان سب کو کسی درجہ میں سمجھنے کیلئے طبیب حاذق کے کام میں غور کرنے کی ضرورت ہے جس کی نظر مرض کی قوت، اس کی نوعیت، مریض کی عمر، جائے رہائش اور موسم نیز دوا، غذا، کی قوت ان کی خاصیت و اثر اور پرہیز سے متعلق باتوں پر ہوتی ہے جن کو ملحوظ رکھ کر وہ بہت سی ان باتوں کی خبر دیتا جن کو لوگ نہیں جانتے ان باریکیوں تک رسائی حاصل کرتا جن سے وہ لاعلم ہوتے ہیں، کبھی وہ محسوس کو غیر محسوس کے قائم مقام قرار دیتا مثلاً چہرہ کی سرخی کو غلبۂ خون کی علامت بتاتا کبھی دوا کی مخصوص مقدار کو ازالۂ مرض کے قائم مقام بتا کر قاعدہ کلیہ وضع کرتا ہے ۔ مثلاً جو شخص فلاں دوا، یا معجون کی اتنی مقدار نہ استعمال کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا ۔ کبھی وہ مرض کی

---

[1] ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ باب اسباب نزول الشرائع الخاصۃ الخ

نوعیت اور مریض کی کیفیت دیکھ کرنئے مرکبات تیار کرکے ان کو مخصوص امراض کے لئے تیر بہدف ثابت کرتا ہے ۔ اسی طرح مرض کے ازالہ اور صحت کی بحالی کے لئے جو دوا و غذا تجویز کرتا ہے اس میں وہ نبض کی حرکت، مریض کی حرارت مرض اور مزاج کی کیفیت، قوی، عمر اور موسم سب کو ملحوظ رکھتا ہے۔ پھر مریض، مرض اور موسم کے احوال میں تبدیلی کے ساتھ دوا اور غذا میں معمولی تبدیلی کرتا رہتا ہے اگر سابقہ احوال پھر واپس آجاتے ہیں تو سابقہ لکھی ہوئی دوائیں اور غذائیں دوبارہ استعمال کرانے لگتا ہے اور ان سب سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مزاج میں اعتدال کی کیفیت اور طبیعت میں مدافعت کی قوت بحال ہو کر ان سے بجائے خود ازالۂ مرض ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں ۔

انما مثله کمثل الطبیب	اس کی مثال طبیب جیسی ہے کہ وہ
یعمل الی حفظ المزاج	ہر حالت میں معتدل مزاج کی
المعتدل فی جمیع	حفاظت ضروری سمجھتا ہے طبیب کے
الاحکام فتختلف احکامه	احکام (تشخیص و تجویز سے متعلق)
باختلاف الاشخاص	زمانہ اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف
والزمان فیامر الشاب	ہوتے ہیں جوان کے لئے وہ جو تجویز
بما لا یامر الشائب و یامر	کرتا ہے بوڑھے کے لئے وہ نہیں
فی الصیف بالنوم فی	کرتا ۔ موسم گرما میں کھلی فضا میں
الجو لما یری ان الجو	سونے کے لئے کہتا ہے اور موسم سرما
مظنة الاعتدال حینئذ	میں گھروں کے اندر سلاتا ہے موسم
و یامر فی الشتاء بالنوم	کے اس اختلاف کی بناء پر مزاج
داخل البیت لما یری انه	میں اعتدال پیدا کرنے کی خاطر اپنی
مظنة البرد حینئذٍ[1]	ہدایات کے اختلاف کو وہ ضروری
	قرار دیتا اور اسی پر اس کا عمل درآمد
	ہوتا ہے۔

[1] ولی اللہ حجۃ اللہ البالغۃ باب اسباب نزول الشرائع الخاصۃ الخ

اوپر انسان سے متعلق مباحث میں گذر چکا ہے کہ اعلیٰ قدروں کے نقوش انسان کی ساخت میں ثبت ہیں دین کے نام سے انہیں کا نوری پیکر تیار کیا جاتا ہے جس کے اجزاء یہ ہیں۔

(۱) ایمان و اعتقاد (۲) طہارت و پاکی۔
(۳) عبادت و طاعت (۴) نیکی و بدی
(۵) پاکیزگی و گندگی۔

ان اجزاء کو عملی شکل دے کر جو دستور العمل مرتب کیا جاتا یا جو قالب ڈھانچہ تیار ہوتا ہے اس کا نام شریعت و منہاج ہے۔ ان اجزاء میں بعض حقائق کے قالب و ڈھانچے اللہ کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں اور بعض کے قالب ڈھانچے اللہ کی ہدایت سے رسول و نبی مقرر کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کی مناسبت سے دو لفظ لائے گئے ہوں پہلی کو شریعت اور دوسری کو منہاج کہا گیا ہو۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: - مضاربت کی حقیقت اور شرعی حیثیت

پر دے دو ورنہ قرضِ حسنہ کے طور پر دو اس سے اللہ راضی و خوش ہوتا اور بندہ بڑے اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا کہ آپ نے ہمیشہ نہ صرف یہ کہ اپنی ضرورت سے زائد بلکہ اپنی ضرورت کا مال و متاع دوسرے ضرورت مندوں کو یونہی مفت دیا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے کسی کو مضاربت پر مال دیا اور اس سے نفع کا ایک حصہ لیا ہو۔ لہٰذا صحابۂ کرام نے سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں عموماً یہی طرزِ عمل اختیار کیا اپنا کام خود کیا یا اپنے غلاموں سے کرایا جن کی معاشی کفالت ان کے ذمّہ تھی اور ضرورت مندوں کو اپنا زائد از ضرورت مال صدقہ و ہبہ کے طور پر یا قرض حسنہ کے طور پر دیا اور ایسا بہت ہی کم اور کہیں خال خال ہوا کہ کسی نے اپنا مال دوسرے کو مضاربت اور نفع کے ایک حصہ پر دیا اور وہ بھی یتیموں وغیرہ کی مصلحت کی خاطر دیا نہ یہ کہ اپنی نفع اندوزی اور دولت مندی کو بڑھانے کی خاطر دیا۔